

An Analysis of Ancient and Modern Trends in Conflicts in Pakhtun Society from an Islamic Perspective

پختون معاشرے میں تنازعات کی قدیم و جدید رجحانات کا اسلامی تناظر میں تحلیل و تجزیہ

Mr. Saleem Ullah Masroor

Ph.D. Scholar, Institute of Islamic and Sharia Studies, MY University, Islamabad

Email: saleemullah.masroor@gmail.com

Dr. Muhammad Sarwar Siddique

Assistant Professor, University of Veterinary and Animal Sciences, Lahore

Email: sarwarsiddique@uvas.edu.pk

Abstract

This article examines historical and contemporary conflict patterns in Pashtun society through an Islamic perspective, focusing on tribal structure, causes of disputes, and traditional jirga mechanisms. It analyzes concepts of asabiyyah, qisas, sulh, and justice within Shariah and compares them with customary law. The study also explores modern political, economic, and institutional influences on conflicts. It highlights the need for integrating Islamic principles with indigenous systems to achieve sustainable peace, justice, and long-term social harmony in the region building framework.

Keywords: Pashtun Society, Conflict Resolution, Islamic Law, Jirga System, Asabiyyah, Qisas, Sulh, Customary Law, Tribal Disputes, Social Harmony

پختون معاشرے میں تنازعہ کی تاریخی جڑیں اور قبائلی نظام عدل کا ارتقاء

تمہید

پختون معاشرہ ایک قدیم قبائلی ساخت کا حامل معاشرہ ہے جس کی بنیاد نسب، غیرت، زمین اور اجتماعی ذمہ داری کے تصورات پر قائم ہے۔ اس معاشرتی ڈھانچے

میں تنازعہ ایک مستقل سماجی حقیقت کے طور پر موجود رہا ہے۔ ان تنازعات کے اسباب میں زمین، خون، عزت، سیاسی غلبہ اور قبائلی عصبیت نمایاں رہے ہیں،

جبکہ ان کے حل کے لیے جہز اور قبائلی نظام عدل وجود میں آیا جو وقت کے ساتھ ارتقاء پذیر ہوا۔

عصبیت: تنازعہ کی بنیادی جڑ

پختون معاشرے میں عصبیت قبائلی شناخت اور اتحاد کی بنیاد رہی ہے۔ یہ اجتماعی تحفظ اور باہمی تعاون کا ذریعہ تو بنی، مگر جب حق و انصاف سے ہٹ کر اندھی

حمایت کی صورت اختیار کر گئی تو تنازعات اور انتقامی سلسلوں کا سبب بھی بنی۔ اسی لیے عصبیت کو پختون معاشرے کے تاریخی تنازعات کی ایک بنیادی جڑ سمجھا

جاتا ہے۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم ایک غزوہ میں تھے کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو

لات مادی۔ اس پر انصاری نے پکارا: اے انصار! (مدد کو آؤ) اور مہاجر نے پکارا: اے مہاجر! (مدد کو آؤ)۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے سن لی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ ”صحابہ نے عرض کیا: ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات مادی ہے، اس پر انصاری نے یاللا انصار کہا اور مہاجر نے یاللا مہاجرین کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے قبائلی تعصب کے بارے میں فرمایا:

"دَعُوها فَإِنَّها مُنْتَنَّةٌ" ¹

ترجمہ۔ اس (نعرۂ جاہلیت) کو چھوڑ دو، یہ بدبودار چیز ہے۔

یعنی نبی کریم ﷺ نے اس ارشاد کے ذریعے جاہلی عصبیت، قبائلی تعصب اور گروہی نعرہ بازی سے سختی سے منع فرمایا اور یہ واضح کیا کہ ایسی سوچ و عمل اسلام کے عدل، وحدت اور اخوت کے اصولوں کے منافی ہے، اس لیے اسے چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ یہ معاشرے میں فساد اور نفرت پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے۔ قبائلی معاشروں میں عصبیت شناخت اور اتحاد کا بنیادی ذریعہ ہوتی ہے۔ پختون قبائل میں نسبی وابستگی فرد کی سماجی حیثیت کا تعین کرتی رہی ہے، اور یہی عنصر بعض اوقات طویل تنازعات کا باعث بھی بنتا رہا ہے۔ اسلامی تعلیمات نے عصبیت کے منفی پہلوؤں کو محدود کرتے ہوئے عدل اور تقویٰ کو معیار قرار دیا، جس سے قبائلی تعصب کو اخلاقی حدود میں لانے کی بنیاد فراہم ہوئی۔ ²

قصاص اور بدلہ

پختون اور دیگر قبائلی معاشروں میں "بدلہ" ایک سماجی روایت کے طور پر طویل عرصے تک رائج رہا ہے، جس کا مقصد سماجی توازن اور عزت کی بحالی سمجھا جاتا تھا۔ تاہم یہ روایت اکثر غیر محدود انتقام اور طویل دشمنیوں کا سبب بھی بنتی رہی۔ اسلامی شریعت نے اسی انسانی جذبے کو منظم کرتے ہوئے "قصاص" کا اصول متعارف کرایا، جس نے بدلے کو جذباتی عمل کے بجائے ایک قانونی اور منصفانہ نظام میں تبدیل کر دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ" ³

ترجمہ۔ اور اے اہل عقل (حکم) قصاص میں (تمہاری) زندگانی ہے۔

یعنی قصاص کو محض انتقام نہیں بلکہ معاشرتی تحفظ اور جانوں کے تحفظ کا ذریعہ قرار دینا، تاکہ ظلم رک جائے اور معاشرے میں امن قائم ہو۔ پختون معاشرے میں بدلہ عزت کی بحالی اور سماجی توازن کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اگر کسی فرد کو نقصان پہنچتا تو پورا قبیلہ ذمہ دار تصور کیا جاتا، جس سے تنازعات نسلوں تک جاری

¹ امام بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحيح، دار طوق النجاة، 1422ھ، ص 154، ج 6۔

² ڈاکٹر مبارک علی، تاریخ اور تہذیب، سنگ میل پبلی کیشنز، 2012ء، ص 78، ج 1۔

³ القرآن، 2: 179۔

رہتے۔ اسلامی شریعت نے قصاص کے ذریعے انتقام کو محدود اور منظم قانونی دائرے میں داخل کیا، جس سے غیر منضبط قبائلی بدلہ ایک عدالتی اصول میں تبدیل ہوا۔⁴

صلح، جرگہ اور ثالثی کا نظام

اسلامی معاشرت میں تنازعات کے حل کے لیے صلح کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ اس کا مقصد فریقین کے درمیان دشمنی کو ختم کر کے امن اور ہم آہنگی قائم کرنا ہے۔ اسی اصول کو عملی شکل دینے کے لیے جرگہ اور ثالثی جیسے نظام مختلف معاشروں خصوصاً قبائلی سماج میں رائج رہے ہیں، جن میں معتبر افراد فریقین کے درمیان مصالحت اور انصاف کے ذریعے مسئلہ حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات نے بھی اس طرز عمل کی تائید کی ہے اور صلح کو افضل طریقہ قرار دیا ہے۔ کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف المزنی اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حِلًّا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا، وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ، إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حِلًّا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا"⁵

ترجمہ۔ مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے، سوائے اس صلح کے جو حلال کو حرام کر دے یا حرام کو حلال کر دے۔ اور مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں، سوائے اس شرط کے جو حلال کو حرام کر دے یا حرام کو حلال کر دے۔

اس حدیث سے یہ اصول واضح کرنا مقصود ہے کہ اسلامی معاشرت میں صلح اور باہمی معاہدات کی مکمل اجازت ہے، لیکن یہ آزادی شریعت کی حدود کے تابع ہے۔ یعنی کوئی بھی صلح یا شرط ایسی قابل قبول نہیں جو اللہ کے حلال کو حرام یا حرام کو حلال میں تبدیل کرے، بلکہ ہر معاہدہ اور مصالحت شرعی اصولوں کے اندر رہ کر ہی معتبر اور نافذ العمل ہوتی ہے۔

جرگہ یا پختون معاشرے میں تنازعات کے حل کا بنیادی ادارہ ہے، جس میں معتبر افراد ثالثی کے ذریعے فریقین کے درمیان مصالحت کراتے ہیں۔⁶ مطلب یہ ہے کہ اسلامی اصول صلح نے جرگہ کے نظام کو ایک مضبوط اخلاقی اور شرعی بنیاد فراہم کی ہے، کیونکہ اسلام نے باہمی نزاعات کے حل میں صلح کو نہ صرف جائز بلکہ افضل قرار دیا ہے۔ اسی اصول کے تحت جرگہ ایک ایسا سماجی ادارہ بن کر سامنے آتا ہے جو فریقین کے درمیان اختلافات کو ختم کرنے، نفرت کو کم کرنے اور معاشرتی امن قائم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تاہم یہ اخلاقی جواز اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک جرگہ کے فیصلے شریعتِ مطہرہ کی حدود

⁴ ڈاکٹر اکرام اللہ، پختون معاشرتی اقتدار، پشاور یونیورسٹی پریس، 2015ء، ص 145، ج 1۔

⁵ ترمذی، محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن الترمذی، دار الغرب الاسلامی، 1998ء، ص 634، ج 3۔

⁶ ڈاکٹر شمس الرحمن، قبائلی نظام اور جرگہ، ادارہ تحقیقات سرحد، 2010ء، ص 201، ج 1۔

کے اندر ہوں، یعنی کسی بھی فیصلے میں ظلم، حق تلفی یا کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اس اعتبار سے جرگہ دراصل اسلامی اصول و ضوابط کا ایک عملی اور معاشرتی اظہار ہے، جو اگر دینی ضوابط کے مطابق ہو تو نہ صرف قابل قبول ہے بلکہ معاشرتی ہم آہنگی کا مؤثر ذریعہ بھی بنتا ہے۔

عدل کا اجتماعی تصور

عدل اسلامی معاشرت کا بنیادی ستون ہے جس پر فرد، خاندان اور پورے معاشرے کی فلاح و استحکام قائم ہے۔ اسلام میں عدل کو صرف انفرادی اخلاقی صفت نہیں بلکہ ایک اجتماعی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر سطح پر انصاف قائم رکھا جائے اور کسی کے ساتھ ظلم یا نا انصافی نہ ہونے پائے۔ قبائلی اور معاشرتی نظاموں میں بھی عدل کا تصور مختلف صورتوں میں موجود رہا ہے، لیکن اسلامی تعلیمات نے اسے ایک منظم، ہمہ گیر اور غیر متزلزل اصول کی حیثیت دی ہے جو ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے قابل عمل ہے۔ چنانچہ اسی اصول کو واضح کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ"⁷

ترجمہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

اس آیت سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اسلامی معاشرت کی بنیاد عدل اور احسان پر قائم ہے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم فرد، خاندان اور ریاست سمیت ہر سطح پر انصاف قائم کرنے اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرنے کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے، تاکہ معاشرے میں ظلم کا خاتمہ اور امن و توازن قائم ہو سکے۔

قبائلی معاشرے میں عدل اجتماعی ذمہ داری کے تصور پر مبنی تھا۔ جرگہ اجتماعی نمائندگی کے ذریعے انصاف فراہم کرتا تھا۔ اسلامی تعلیمات نے فردی ذمہ داری کو واضح کر کے اجتماعی سزا کے بعض قبائلی طریقوں میں توازن پیدا کیا۔⁸

عرف اور قبائلی قانون

فقہ اسلامی میں عرف (یعنی معاشرے کا رائج اور تسلیم شدہ طریقہ) کو بعض شرائط کے ساتھ معتبر مآخذ استنباط تسلیم کیا گیا ہے، کیونکہ بہت سے معاشرتی معاملات میں نصوص شرعیہ نے تفصیل بیان نہیں کی بلکہ عمومی اصول دیے ہیں۔ انہی اصولوں کی روشنی میں معاشرت اپنے رائج طریقوں کے مطابق نظم اختیار کرتی ہے، بشرطیکہ وہ طریقہ شریعت کے کسی واضح حکم کے خلاف نہ ہوں۔ اس تناظر میں پختون معاشرے کا قبائلی قانون اور جرگہ نظام بھی عرف کی ایک عملی صورت ہے، جو سماجی نظم و نسق اور تنازعات کے حل میں اہم کردار ادا کرتا رہا ہے۔

⁷ القرآن، 16: 90۔

⁸ ڈاکٹر خلیل احمد، خلیل احمد، اسلامی قانون اور معاشرتی انصاف، اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ، 2011ء، ص 89-106۔

فقہی اصول میں ذکر ہے:

"الثَّابِتُ بِالْعُرْفِ كَالثَّابِتِ بِالنَّصِّ"⁹

ترجمہ۔ جو چیز عرف سے ثابت ہو، وہ نص کی طرح معتبر ہوتی ہے، بشرطیکہ نص کے خلاف نہ ہو۔

پختون معاشرے میں عرف کو ایک عملی اور سماجی قانون کی حیثیت حاصل رہی ہے، جہاں روزمرہ تنازعات، زمین کے جھگڑے، خون بہا اور خاندانی اختلافات کے فیصلے زیادہ تر مقامی روایات، سماجی اقدار اور قبائلی ضوابط کی روشنی میں کیے جاتے تھے۔ یہ عرفی نظام جرگہ کے ذریعے نافذ ہوتا تھا اور اس میں اجتماعی رائے کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی تھی، جس کی وجہ سے اسے عملی طور پر قانون جیسی حیثیت حاصل ہو جاتی تھی۔ فقہی اصول "الثابت بالعرف كالثابت بالنص" کے مطابق عرف کو اس وقت معتبر تسلیم کیا جاتا ہے جب وہ شریعت کے کسی واضح حکم کے خلاف نہ ہو۔ اس اصول کی روشنی میں پختون قبائلی نظام عدل کی بعض صورتیں اسلامی فقہ کے عمومی دائرے میں قابل فہم بن جاتی ہیں، جبکہ وہ پہلو جو شرعی نصوص سے متصادم ہوں ان میں اصلاح کی ضرورت باقی رہتی ہے۔¹⁰

اسلامی اصولِ صلح و عدل اور پختون روایتی جرگہ سسٹم

اسلامی اصولِ صلح و عدل اور پختون روایتی جرگہ سسٹم دونوں کا مقصد معاشرے میں امن، انصاف اور تنازعات کا حل ہے، تاہم دونوں کے دائرہ کار، ماخذ اور طریقہ کار میں بنیادی فرق موجود ہے، اگرچہ عملی سطح پر بعض مقاصد میں جزوی مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔ اسلامی نظامِ عدل ایک وحی پر مبنی، اصولی اور منضبط قانونی نظام ہے جس میں فیصلہ سازی کا اختیار قاضی کے پاس ہوتا ہے اور وہ قرآن و سنت کی روشنی میں غیر جانب دار فیصلہ کرتا ہے، اس نظام میں عدل بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور صلح اسی وقت معتبر ہوتی ہے جب وہ شرعی اصولوں کے مطابق ہو، یوں اسلامی نظام میں امن کی بنیاد "شرعی انصاف" ہے۔ اس کے مقابلے میں پختون جرگہ سسٹم ایک عرفی اور قبائلی ادارہ ہے جو مشران کی اجتماعی رائے سے تنازعات حل کرتا ہے اور اس کا اصل ہدف فوری سماجی مفاہمت اور قبائلی امن کا قیام ہوتا ہے، اس میں زیادہ زور عملی حل اور اجتماعی رضا پر ہوتا ہے نہ کہ تحریری قانونی اصولوں کی تفصیلی تطبیق پر۔¹¹

⁹ ابن عابدین، محمد امین بن عمر ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، 2000ء، ص 123، ج 1۔

¹⁰ مفتی تقی عثمانی، اصول الاقواء و ادب، مکتبہ معارف القرآن، 2005ء، ص 156، ج 1۔

¹¹ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست، اسلامی مطبوعات لاہور، 1976ء، جلد 1، صفحہ 112۔

پختون جرگہ ایک عرفی اور قبائلی ادارہ ہے جو مشران کی اجتماعی رائے سے تنازعات کو حل کرتا ہے اور اس میں فوری سماجی مفاہمت کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ قدیم معاشروں میں تنازعات کے حل کے لیے ایسے روایتی ادارے موجود تھے جو عملی طور پر امن قائم رکھنے اور جھگڑوں کے خاتمے میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔¹²

شرعی تعلیمات اور جرگہ کے طریقہ کار کے درمیان مطابقت و اختلاف

اسلامی شریعت اور جرگہ (پختون روایتی عدالتی نظام) کے درمیان مطابقت اور اختلاف کو سمجھنے کے لیے بنیادی نکتہ یہ ہے کہ شریعت الہی قانون ہے جبکہ جرگہ قبائلی رواج اور انسانی تجربے پر مبنی فیصلہ سازی کا طریقہ ہے۔ ذیل میں دونوں کے درمیان مطابقت اور اختلاف کو ان حوالوں کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے جو نصوص میں موجود ہیں۔

شریعت ایک الہی نظام، دیگر انسانی قوانین سے مختلف

شریعت کی اصل یہ ہے کہ انسان اللہ کے حکم کا پابند ہو۔ جیسا کہ ایک مقام پر وضاحت ہے کہ جو اللہ کے قانون کے سامنے جھکتا ہے وہ متبع شریعت ہے، اور جو کسی دوسرے قانون کی پیروی کرتا ہے وہ اس غیر الہی نظام کا پیرو ہے۔ اس کی مثال میں یہ بیان ہوا کہ یہ انسان یا تو اللہ کے حکم کے تابع ہوتا ہے... اور یا پھر ایسے قانون کا پیرو ہوتا ہے جو شریعت الہی نہیں ہوتا، جیسا کہ منسوخ شرائع یا قوانین وضعیہ۔¹³

اس اقتباس کا بنیادی فائدہ یہ ہے کہ شریعت اور انسانی ساختہ قوانین کے فرق کو واضح کیا جائے۔ شریعت کا مصدر وحی الہی ہے، اس لیے اس کا درجہ قطعی اور مستقل ہے، جبکہ جرگہ ایک قبائلی اور عرفی نظام ہے جو انسانی تجربے اور روایات پر قائم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے جرگہ کے فیصلے اگرچہ معاشرتی امن میں مدد دیتے ہیں، لیکن وہ شرعی احکام کے برابر یا ان کا متبادل نہیں ہو سکتے۔ شریعت کا معیار عدل حتمی اور آفاقی ہے، جبکہ جرگہ کا دائرہ محدود اور مقامی ہوتا ہے۔

اسلامی شریعت کا وہی نظام معتبر ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا

شریعت کے بارے میں صراحت ملتی ہے کہ وہ شریعت و منہاج جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول ہے وہی ہے جو حضرت محمد ﷺ کو عطا کیا گیا، کیونکہ یہی آخری اور کامل الہی قانون ہے جو قیامت تک کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اس کے مقابلے میں تمام انسانی قوانین اور معاشرتی روایات محدود اور زمانی حیثیت

¹² ڈاکٹر شمس الرحمن، قبائلی نظام اور جرگہ، ادارہ تحقیقات سرحد، 2010ء، ص 201، ج 1۔

¹³ شیخ سہیل بن عبدالرحمن الجوالی، دروس شیخ سہیل الجوالی، دارالاندلس للنشر والتوزیع، 1990ء، ج 1، ص 15۔

رکھتی ہیں، اس لیے انہیں شریعتِ محمدی ﷺ کے برابر یا اس کا متبادل نہیں بنایا جاسکتا۔ اسی اصول سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی بھی نظام کی شرعی حیثیت اسی وقت معتبر ہوگی جب وہ وحی الہی کے تابع ہو، ورنہ اس کی حیثیت محض عرفی یا انتظامی رہ جاتی ہے۔¹⁴

اس سے اصولی طور پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی نظام عدل میں فیصلہ سازی کا اصل اور معتبر معیار صرف قرآن و سنت ہیں، اور کسی بھی فیصلے کی قبولیت اسی وقت ممکن ہے جب وہ وحی الہی کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق ہو۔ شریعت نے عدل کو ایک مستقل اور غیر متبدل معیار کے طور پر قائم کیا ہے، جس میں نہ تو انسانی خواہش کو حتمی حیثیت حاصل ہے اور نہ ہی کسی عرف یا روایت کو قانون پر فوقیت دی جاسکتی ہے۔

اسی اصول کی روشنی میں اگر جرگہ جیسے روایتی نظام کسی مسئلے میں ایسا فیصلہ کرے جو شریعت کے موافق ہو، تو وہ اپنی عملی اور معاشرتی حیثیت میں قابل قبول سمجھا جاسکتا ہے، کیونکہ وہ شریعت کے اصول کی تائید کرتا ہے۔ لیکن اگر کسی صورت میں جرگہ کا فیصلہ قرآن و سنت کے صریح اصولوں یا عدل شرعی کے خلاف ہو، تو پھر وہ شرعی اعتبار سے قابل قبول نہیں رہتا، چاہے وہ معاشرتی دباؤ یا عرفی قبولیت کے لحاظ سے کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو۔ لہذا بنیادی فرق یہی ہے کہ اسلامی نظام میں معیار حق وحی ہے، جبکہ جرگہ میں معیار اکثر عرف اور اجتماعی رائے ہوتا ہے، اس لیے اصل کسوٹی ہمیشہ شریعت ہی رہے گی، اور ہر وہ فیصلہ جو اس کسوٹی پر پورا اترے گا وہی معتبر اور قابل عمل ہوگا۔

پختون معاشرے میں بدلہ (انتقام) کے رجحانات

پختون معاشرے میں بدلہ یا انتقام کو محض ایک ذاتی ردِ عمل نہیں بلکہ قبائلی غیرت، عزت اور اجتماعی وقار کے تحفظ کا ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ قبائلی ساخت میں فرد کی شناخت اس کے خاندان اور قبیلے سے جڑی ہوتی ہے، اس لیے کسی ایک فرد کے ساتھ ہونے والا ظلم پورے قبیلے کی بے عزتی تصور کیا جاتا ہے۔ یہی تصور بدلے کے رجحان کو مضبوط بناتا ہے اور بعض اوقات معمولی تنازع بھی طویل دشمنی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔¹⁵

بدلے کا تصور عموماً خون، ناموس اور زمین جیسے معاملات سے وابستہ ہوتا ہے۔ قبائلی روایت میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر ظلم کا جواب نہ دیا جائے تو قبیلے کی ساکھ متاثر ہوتی ہے، اس لیے بدلہ سماجی توازن کی بحالی کا ایک ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات دشمنیاں نسل در نسل منتقل ہوتی رہتی ہیں اور پورا

معاشرہ اس کے اثرات سے متاثر ہوتا ہے۔¹⁶

¹⁴ مجاہد الہیان، ادارہ الہیان، 1995ء، جلد 1، صفحہ 25۔

¹⁵ اولف کارو، پٹخان، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی، 1984ء، ص 156۔

¹⁶ سید رسول رضا، پختون روایات اور جرگہ نظام، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور، 2001ء، ص 89۔

تاہم اسی معاشرتی ڈھانچے میں جرگہ، ننواتی اور مصالحت کی روایات بھی موجود ہیں جو انتقام کے سلسلے کو روکنے اور دشمنی کو ختم کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ جرگہ کے ذریعے دیت، معافی یا صلح کی صورتیں اختیار کی جاتی ہیں تاکہ خونریزی کا سلسلہ رکے اور سماجی استحکام بحال ہو۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بدلہ اگرچہ ایک مضبوط رجحان ہے، لیکن معاشرہ اسے مکمل طور پر بے قابو نہیں چھوڑتا بلکہ کسی نہ کسی حد تک اجتماعی نظم کے تحت رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔¹⁷

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بدلے کے جذبے کو منظم اور محدود کیا گیا ہے۔ اسلام قصاص کو مشروع قرار دیتا ہے لیکن اسے ریاستی وعدہ الٰہی نظام کے تابع کرتا ہے تاکہ ذاتی انتقام کی آگ پورے معاشرے کو اپنی پلیٹ میں نہ لے۔ ساتھ ہی قرآن و سنت میں عنود و گزر کو افضل قرار دے کر معاشرے کو اعلیٰ اخلاقی سطح کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ یوں اسلام انتقام کو عدل کے دائرے میں رکھتا ہے اور مفاہمت کو ترجیح دیتا ہے۔¹⁸

قدیم رسم بدلہ اور اس کی اسلامی تعلیمات سے تطبیق یا تضاد

قدیم قبائلی معاشروں میں رسم بدلہ (انتقام) کو عزت، غیرت اور قبائلی وقار کے تحفظ کا لازمی تقاضا سمجھا جاتا تھا۔ اگر کسی فرد کو قتل کر دیا جاتا یا اس کی بے عزتی ہوتی تو اسے پورے خاندان یا قبیلے کی توہین تصور کیا جاتا، اور بدلہ لینا سماجی ذمہ داری شمار ہوتا تھا۔ اس روایت کے باعث بعض اوقات معمولی تنازعات بھی طویل دشمنیوں میں بدل جاتے اور نسل در نسل منتقل ہوتے رہتے تھے۔¹⁹

قبائلی نظام میں بدلہ سماجی توازن کی بحالی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، لیکن اس میں سزا کا تعین اکثر جذبات اور قبائلی دباؤ کے تحت ہوتا تھا، جس کے نتیجے میں تناسب کا اصول نظر انداز ہو جاتا اور بعض اوقات بے گناہ افراد بھی اس کی زد میں آ جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انتقام کا سلسلہ وسیع ہو کر اجتماعی فساد کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔²⁰

اسلامی تعلیمات نے اس غیر منظم اور بے قابو انتقام کو محدود کر کے قصاص کا منضبط اصول مقرر کیا۔ قصاص میں مساوات اور عدل کی پابندی رکھی گئی اور واضح کیا گیا کہ سزا صرف مجرم تک محدود رہے گی، اس سے آگے تجاوز کی اجازت نہیں۔ اس طرح اسلام نے انتقام کے جذبے کو عدالتی نظام کے تابع کر کے اسے قانون کے دائرے میں رکھا۔²¹

¹⁷ نفس مصدر۔

¹⁸ سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفسیر القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1991ء، ج 1، ص 365۔

¹⁹ پختون روایات اور جرگہ نظام، ص 84۔

²⁰ قبائلی نظام اور جرگہ، ص 201، ج 1۔

²¹ تفسیر القرآن، ج 1، ص 365۔

مزید برآں، اسلام نے عفو و درگزر کو افضل قرار دے کر معاشرے کو اعلیٰ اخلاقی معیار کی طرف رہنمائی کی اور صلح و مفاہمت کو ترجیح دی، تاکہ انتقام کا جذبہ فساد کا ذریعہ نہ بنے بلکہ عدل اور امن کے قیام کا سبب بنے۔ اس طرح قدیم رسم بدلہ اور اسلامی تعلیمات میں جزوی تطبیق وہاں ممکن ہے جہاں مساوات اور عدل کا لحاظ ہو، لیکن جہاں حد سے تجاوز، اجتماعی سزایا بے گناہوں کی شمولیت ہو وہاں واضح تضاد پایا جاتا ہے۔²²

جدید دور میں پختون علاقوں کے تنازعات میں سیاسی و ریاستی اداروں کا کردار

جدید دور میں پختون علاقوں میں تنازعات کی نوعیت پہلے کے مقابلے میں کافی حد تک بدل چکی ہے۔ اگرچہ روایتی طور پر یہ علاقے قبائلی نظام، غیرت، زمین اور خاندانی اختلافات پر مبنی تنازعات کے لیے معروف رہے ہیں، لیکن اب ان میں سیاسی اثر و رسوخ، ریاستی پالیسیوں کے نفاذ، معاشی وسائل کی تقسیم، امن و امان کی صورت حال اور انتظامی ڈھانچے کی کمزوری جیسے عوامل بھی شامل ہو چکے ہیں۔ اس پیچیدہ صورتحال نے ریاستی اور سیاسی اداروں کے کردار کو پہلے سے زیادہ اہم اور فیصلہ کن بنا دیا ہے۔ ریاستی ادارے، جیسے عدلیہ، پولیس، انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والے ادارے، جدید ریاستی تصور کے مطابق تنازعات کے حل اور انصاف کی فراہمی کے بنیادی ذمہ دار ہیں۔ ان اداروں کا مرکزی مقصد قانون کی بالادستی قائم رکھنا، شہریوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرنا اور ذاتی یا قبائلی انتقام کے رجحانات کو کم کرنا ہے۔ جدید قانونی نظام میں یہ اصول تسلیم کیا گیا ہے کہ جرم فرد کا عمل ہے، اس لیے اس کی ذمہ داری بھی اسی فرد تک محدود رہے گی، نہ کہ پورے خاندان یا قبیلے تک، جس نے اجتماعی سزا اور نسل در نسل دشمنی کے رجحان کو کم کرنے میں مدد دی ہے، اگرچہ عملی سطح پر اس پر مکمل عمل درآمد ابھی ایک چیلنج ہے۔²³

پختون علاقوں میں ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ روایتی جرگہ نظام اب بھی بعض علاقوں میں سماجی تنازعات کے حل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جرگہ ایک غیر رسمی مگر مؤثر مقامی ادارہ ہے جو فوری طور پر مصالحت اور اجتماعی فیصلے کے ذریعے تنازعات کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاہم جدید ریاستی نظام اس بات پر زور دیتا ہے کہ کسی بھی روایتی فیصلے کو آئین اور قانون کے دائرے سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ اس وجہ سے ایک مخلوط نظام وجود میں آیا ہے جہاں روایتی اور ریاستی نظام بعض اوقات ساتھ ساتھ چلتے ہیں، مگر حتمی اختیار ریاستی قانون کو حاصل ہوتا ہے۔²⁴

²² مفتی محمد تقی عثمانی، محمد تقی عثمانی، اسلامی قوانین اور معاشرتی مسائل، مکتبہ معارف القرآن کراچی، 2005ء، ج 1، ص 214۔

²³ ڈاکٹر حسن عسکری رضوی، پاکستان کا سیاسی نظام، سا مجھ پہلی کنیشن لائبریری، 2012ء، ص 198۔

²⁴ ڈاکٹر محمد ایاز، قبائلی نظام اور جدید ریاست، یونیورسٹی پبلشرز پشاور، 2015ء، ص 143۔

سیاسی اداروں کا کردار بھی اس تناظر میں نہایت اہم ہے۔ منتخب نمائندے، سیاسی جماعتیں اور مقامی حکومتیں عوامی مسائل کے حل، ترقیاتی منصوبوں کی منصفانہ تقسیم اور انتظامی سطح پر پالیسی کے ذریعے تنازعات کو کم کرنے میں کردار ادا کرتی ہیں۔ اگر یہ ادارے غیر جانبدار رہیں اور عوامی مفاد کو مقدم رکھیں تو وہ سماجی کشیدگی کو کم کر کے امن و استحکام پیدا کر سکتے ہیں، لیکن اگر سیاسی مفادات غالب آجائیں تو یہی ادارے بعض اوقات تنازعات کو مزید بڑھانے کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔²⁵

مزید یہ کہ ریاستی اداروں کی کمزوری یا انصاف کی تاخیر بھی تنازعات کے بڑھنے کی ایک بڑی وجہ بنتی ہے۔ جہاں عدالتوں میں انصاف بروقت نہ ملے یا پولیس کا نظام کمزور ہو، وہاں لوگ پھر سے غیر رسمی ذرائع جیسے جرگہ یا مقامی اثر و رسوخ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس صورت حال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ریاستی اداروں کی مؤثریت براہ راست معاشرتی امن سے جڑی ہوئی ہے۔²⁶

اسی طرح امن و امان کے بڑے چیلنجز، خصوصاً بعض ادوار میں شدت پسندی اور دہشت گردی کے اثرات نے بھی ریاستی اداروں کے کردار کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ ان حالات میں فوج، پولیس اور دیگر سیکورٹی اداروں نے امن کے قیام میں اہم کردار ادا کیا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ سیاسی استحکام اور مقامی سطح پر اعتماد کی بحالی بھی ناگزیر رہی۔ جدید پختون معاشرے میں تنازعات کے حل کے لیے ریاستی اور سیاسی ادارے بنیادی ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر یہ ادارے شفافیت، انصاف، قانون کی بالادستی اور غیر جانبداری کے اصولوں پر قائم رہیں تو روایتی تنازعات کو کم کر کے دیر پا امن قائم کیا جاسکتا ہے، جبکہ ان کی کمزوری معاشرتی کشیدگی اور تنازعات کو مزید گہرا کر سکتی ہے۔²⁷

ریاستی عدالتی نظام اور روایتی نظام کے باہمی اثرات

جدید معاشروں، خصوصاً پختون خطوں میں، ریاستی عدالتی نظام اور روایتی نظام (جرگہ، پنچایت اور مقامی مصالحتی ڈھانچے) ایک ساتھ موجود رہتے ہیں، جس کے نتیجے میں ایک پیچیدہ قانونی و سماجی حقیقت سامنے آتی ہے۔ اس صورتحال میں قانون صرف تحریری نصوص تک محدود نہیں رہتا بلکہ سماجی روایات، قبائلی اقتدار

²⁵ ڈاکٹر رسول بخش رئیس، رسول بخش رئیس، ریاست اور معاشرہ، فکشن ہاؤس لاہور، 2013ء، ص 221۔

²⁶ ڈاکٹر صفدر محمود، پاکستان کی سیاسی و آئینی تاریخ، جمہوری پبلیکیشنز لاہور، 2010ء، ص 275۔

²⁷ نفس مصدر۔

اور مقامی طاقت کے ڈھانچے بھی عملی طور پر عدل کے تصور کو متاثر کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان دونوں نظاموں کے درمیان تعلق کو مکمل طور پر تصادم یا مکمل ہم آہنگی کے بجائے ایک "تفاعلی (interactive) تعلق" کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔²⁸

ریاستی عدالتی نظام کا بنیادی مقصد قانون کی یکسانیت، آئینی بالادستی، اور شہری حقوق کا تحفظ ہے۔ یہ نظام تحریری قوانین، عدالتی نظائر اور آئینی اصولوں پر قائم ہوتا ہے، جس میں ہر فرد کے لیے مساوی قانونی تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں روایتی نظام زیادہ تر سماجی مفاہمت، فوری انصاف، اور مقامی سطح پر تنازعات کے جلد حل پر زور دیتا ہے، جہاں فیصلے اکثر اجتماعی رائے اور مقامی سماجی دباؤ کے تحت کیے جاتے ہیں۔ اسی فرق کی وجہ سے دونوں نظاموں کے درمیان کبھی تعاون اور کبھی تناؤ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔²⁹

پختون علاقوں میں یہ حقیقت زیادہ نمایاں ہے کہ ریاستی عدالتی نظام کی رسائی، تاخیر یا پیچیدگی بعض اوقات عوام کو غیر رسمی نظام کی طرف لے جاتی ہے۔ جب عدالتی فیصلے دیر سے آتے ہیں یا فریقین کو انصاف بروقت نہیں ملتا تو لوگ فوری حل کے لیے جگہ یا مقامی مشران کے ذریعے فیصلہ کروانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس عمل کو بعض ماہرین "عدالتی خلا (Judicial Gap)" کہتے ہیں، یعنی جہاں ریاستی نظام مؤثر طور پر موجود نہ ہو وہاں روایتی نظام خود بخود اس کی کوپورا کرنے لگتا ہے۔³⁰

روایتی نظام کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ یہ تنازعات کو فوری طور پر سماجی سطح پر حل کر کے بد امنی اور خونریزی کے امکانات کو کم کرتا ہے، اور اس طرح مقامی سطح پر امن و امان قائم رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ تاہم اس کے ساتھ یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ بعض اوقات روایتی فیصلے تحریری قانون، آئینی حقوق یا عدالتی اصولوں کے بجائے سماجی طاقت کے توازن اور روایتی اصولوں پر مبنی ہوتے ہیں، جس سے جدید قانونی معیار کے ساتھ تضاد پیدا ہو سکتا ہے۔³¹

موجودہ دور میں ایک اہم فکری اور عملی بحث یہ ہے کہ آیا روایتی نظام کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے یا اسے ریاستی نظام کے ساتھ ہم آہنگ کر کے ایک مربوط ڈھانچے میں تبدیل کیا جائے۔ زیادہ تر جدید محققین اس بات کے قائل ہیں کہ روایتی نظام کو مکمل طور پر رد کرنے کے بجائے اسے قانونی اور آئینی حدود کے

²⁸ ڈاکٹر محمد وسیم، پاکستان میں ریاست اور سماج، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی، 2010ء، ص 214

²⁹ ڈاکٹر سہیل ہاشمی، "قانون، معاشرہ اور روایت"، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، 2016ء، ص 167

³⁰ ڈاکٹر عائشہ صدیقہ، پاکستان کی ریاست اور طاقت کا ڈھانچہ، گلشن ہاؤس لاہور، 2007ء، ص 133

³¹ ڈاکٹر عرفان شہزاد، "اسلامی معاشرت میں عرف اور قانون"، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، 2018ء، ص 92

اندر منظم کیا جائے، تاکہ مقامی ثقافتی روایات بھی برقرار رہیں اور ریاستی قانون کی بالادستی بھی متاثر نہ ہو۔ اس طرح ایک متوازن،، ہابریڈ جسٹس سسٹم ”وجود میں آسکتا ہے، جس میں دونوں نظام ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔³²

پختون معاشرت میں زمین، ملکیت اور وراثت کے تنازعات کا فقہی اعتبار

پختون معاشرت میں زمین، ملکیت اور وراثت کے تنازعات ایک نہایت اہم اور حساس سماجی و فقہی مسئلہ ہیں، کیونکہ یہاں زمین صرف معاشی ذریعہ نہیں بلکہ سماجی وقار، خاندانی شناخت اور قبائلی طاقت کی علامت بھی سمجھی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے ان امور میں پیدا ہونے والے اختلافات اکثر محض مالی نوعیت تک محدود نہیں رہتے بلکہ خاندانی اور قبائلی سطح پر شدید نزاع کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسلامی فقہ نے زمین، ملکیت اور وراثت کے اصول نہایت واضح اور تفصیلی انداز میں متعین کیے ہیں تاکہ ہر فرد کے حقوق محفوظ رہیں اور کسی قسم کے ظلم یا غصب کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اس پس منظر میں ان تنازعات کا فقہی جائزہ نہایت اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ اس سے نہ صرف شرعی اصولوں کی وضاحت ہوتی ہے بلکہ معاشرتی مسائل کے حل کا ایک منظم راستہ بھی سامنے آتا ہے۔³³

پختون معاشرت میں زمین (ارضی ملکیت)، مشترکہ جائیداد اور وراثت کے مسائل ہمیشہ سے حساس اور پیچیدہ نوعیت کے تنازعات کا باعث رہے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ قبائلی سماج کی وہ ساخت ہے جس میں زمین صرف معاشی وسیلہ نہیں بلکہ عزت، شناخت اور سماجی طاقت کی علامت بھی سمجھی جاتی ہے۔ اسی لیے زمین اور وراثت کے اختلافات اکثر محض مالی نہیں رہتے بلکہ خاندانی اور قبائلی سطح تک بڑھ جاتے ہیں۔ فقہی اعتبار سے اسلام نے ملکیت اور وراثت کے معاملات کو انتہائی واضح، منظم اور تفصیلی انداز میں بیان کیا ہے، تاکہ کسی بھی معاشرے میں نزاع اور ظلم کی گنجائش باقی نہ رہے۔ قرآن و سنت نے وراثت کے حصوں کو متعین کر کے اسے انسانی صوابدید سے نکال دیا ہے، جس کا مقصد عدل کا قیام اور کمزور وارثوں کے حقوق کا تحفظ ہے۔

زمین اور ملکیت کے اصول

اسلام میں زمین اور ملکیت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ حقیقی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے جبکہ انسان کو محض امانت اور تصرف کا حق دیا گیا ہے۔ اس تصور کے مطابق کوئی بھی فرد اپنی ملکیت میں اس وقت تک آزاد نہیں جب تک وہ دوسروں کے حقوق کو متاثر نہ کرے۔ زمین کے تنازعات میں اسلام نے سب سے زیادہ زور ”حق ملکیت کے ثبوت“ اور ”غصب سے اجتناب“ پر دیا ہے۔

³² پاکستان میں ریاست اور سماج، ص 217۔

³³ اسلامی معاشرت میں عرف اور قانون، ص 129۔

فقہی طور پر اگر زمین کے دعوے میں اختلاف ہو تو اصل اصول "البینۃ علی المدعی" ہے، یعنی دعویٰ کرنے والے پر ثبوت پیش کرنا لازم ہے۔ اس اصول کا مقصد یہ ہے کہ محض دعوے یا سماجی دباؤ کی بنیاد پر کسی کا حق ضائع نہ ہو۔³⁴

وراثت کے شرعی اصول

اسلامی قانون وراثت ایک مکمل اور غیر متبدل نظام ہے جس میں ہر وارث کا حصہ قرآن مجید میں واضح طور پر مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس نظام میں کسی بھی وارث کو محروم کرنا یا حصہ کم کرنا ظلم اور حرام قرار دیا گیا ہے۔ معاشرت میں بعض اوقات وراثت کے معاملات میں خواتین کو حصہ نہ دینے یا کم دینے کا رجحان پایا جاتا ہے، جو صریحاً شریعت کے خلاف ہے۔ اسلام نے بیٹی، بیوی، ماں اور بہن تک کے حصے متعین کر کے اس تصور کو ختم کیا کہ صرف مرد ہی مکمل حق دار ہیں۔³⁵

مذہبی قیادت اور علماء کرام کا تنازعات کے حل میں کردار: تاریخی و عصری تناظر

مذہبی قیادت اور علماء کرام اسلامی معاشروں میں صرف عبادات و عقائد کی رہنمائی تک محدود نہیں رہے بلکہ سماجی تنازعات کے حل، عدل کے قیام اور معاشرتی اصلاح میں بھی بنیادی کردار ادا کرتے رہے ہیں، جہاں وہ قاضی، مفتی اور مشاور کے طور پر لوگوں کے درمیان مصالحت اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے تھے۔³⁶ تاریخی طور پر اسلامی نظام میں مساجد اور علمی حلقے محض عبادت گاہیں نہیں بلکہ سماجی و عدالتی مراکز بھی تھے، جہاں علماء و فقہاء عوامی تنازعات میں شرعی اصولوں کی روشنی میں فیصلوں اور صلح کی راہ دکھاتے تھے، جس سے معاشرتی نظم قائم رہتا تھا۔³⁷

پختون معاشرت میں بھی علماء کرام نے ہمیشہ ایک اہم اخلاقی اور دینی رہنما کا کردار ادا کیا ہے، جہاں وہ جرگہ اور مقامی تنازعات میں قرآن و سنت کی روشنی میں صلح اور عدل کی طرف رہنمائی فراہم کرتے رہے ہیں۔ عصری دور میں علماء کرام کا کردار زیادہ تر فتویٰ، دینی رہنمائی اور سماجی اصلاح تک محدود ہو گیا ہے، تاہم وہ اب بھی مختلف تنازعات میں اخلاقی بنیادوں پر مصالحت اور شرعی اصولوں کی وضاحت کے ذریعے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔³⁸

پختون معاشرے میں خاندانی و قبائلی جھگڑوں کے جدید اسباب اور ان کے سماجی اثرات

پختون معاشرے میں خاندانی اور قبائلی جھگڑوں کی نوعیت آج کے دور میں پہلے کے مقابلے میں زیادہ پیچیدہ ہو چکی ہے، کیونکہ اب صرف روایتی اسباب جیسے زمین، غیرت اور خاندانی دشمنی نہیں بلکہ سیاسی اثرات، معاشی دباؤ اور ریاستی اداروں کی کمزوری بھی ان تنازعات کو بڑھا رہی ہے۔³⁹

³⁴ امام نووی، بیہی بن شرف النووی، شرح صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1392ھ، ج 11، ص 30

³⁵ قبائلی نظام اور جدید ریاست، ص 176۔

³⁶ اسلامی ریاست، ص 95

³⁷ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہادری، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، 1982ء، ص 178۔

³⁸ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات فقہ و شریعت، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، 2004ء، ص 134۔

جدید اسباب میں ایک اہم سبب وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم اور معاشی ناہمواری ہے، جس کی وجہ سے بعض خاندان اور قبائل کے درمیان حسد، مقابلہ اور تنازع کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور یہ اختلاف بعض اوقات خاندانی دشمنی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔⁴⁰

سیاسی وابستگیوں اور مقامی سطح پر طاقت کے حصول کی کشمکش بھی قبائلی جھگڑوں کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، کیونکہ مختلف گروہ سیاسی سرپرستی کے ذریعے اپنے اثر و رسوخ کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔⁴¹

ریاستی عدالتی نظام کی تاخیر یا کمزور عمل داری بھی جھگڑوں کے بڑھنے کا ایک بڑا سبب ہے، کیونکہ جب انصاف بروقت نہ ملے تو لوگ روایتی اور بعض اوقات ذاتی انتقامی راستے اختیار کرتے ہیں۔ ان جھگڑوں کے سماجی اثرات نہایت گہرے ہوتے ہیں، جن میں سب سے اہم اثر معاشرتی تقسیم، خاندانی ٹوٹ پھوٹ اور اجتماعی عدم اعتماد ہے، جو پورے علاقے کی ترقی اور امن کو متاثر کرتا ہے۔⁴²

مزید برآں، طویل قبائلی دشمنیاں تعلیم، کاروبار اور سماجی ترقی کے مواقع کو محدود کر دیتی ہیں، کیونکہ لوگ خوف اور عدم تحفظ کی وجہ سے آزادانہ سماجی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے پاتے۔ اسی طرح یہ جھگڑے مقامی امن و امان کی صورت حال کو بھی متاثر کرتے ہیں اور بعض اوقات یہ ریاستی اداروں کے لیے بھی چیلنج بن جاتے ہیں، جس سے پورے خطے کی سماجی ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے۔⁴³

نتائج

1. پختون معاشرے میں تنازعات کی تاریخی جڑیں نسب، غیرت، زمین اور قبائلی شناخت جیسے بنیادی سماجی عناصر سے وابستہ رہی ہیں۔
2. عصبیت نے جہاں قبائلی اتحاد اور تحفظ کو مضبوط کیا، وہیں اندھی حمایت کی صورت میں طویل دشمنیوں اور انتقامی سلسلوں کو بھی جنم دیا۔
3. قدیم قبائلی رسم بدلہ غیر منضبط اور جذباتی نوعیت کی تھی، جس نے بعض اوقات تناسب اور عدل کے اصول کو متاثر کیا۔
4. اسلامی شریعت نے قصاص، صلح اور عدل کے اصول متعین کر کے انتقام کو قانونی دائرے میں محدود کیا اور اجتماعی سزا کے رجحان کو کم کیا۔
5. جرگہ نظام نے تاریخی طور پر فوری مصالحت اور سماجی امن کے قیام میں اہم کردار ادا کیا، تاہم اس کی شرعی حیثیت اس وقت تک معتبر ہے جب تک وہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔
6. اسلامی نظام عدل کا ماخذ وحی ہے، اس لیے وہ اصولی، آفاقی اور غیر متبدل ہے، جبکہ جرگہ ایک عرفی اور مقامی نظام ہے جس کی حیثیت ثانوی ہے۔
7. زمین، ملکیت اور وراثت کے تنازعات میں اسلامی فقہ نے واضح اور منصفانہ اصول فراہم کیے ہیں، جن پر عمل درآمد سے خاندانی نزاعات میں نمایاں کمی آسکتی ہے۔
8. جدید دور میں سیاسی اثرات، معاشی ناہمواری اور ریاستی اداروں کی کمزوری نے تنازعات کی نوعیت کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔

³⁹ پاکستان میں ریاست اور سماج، ص 237۔

⁴⁰ پاکستان کی ریاست اور طاقت کا ڈھانچہ، ص 152۔

⁴¹ ڈاکٹر رسول بخش رئیس، رسول بخش رئیس، ریاست اور معاشرہ، فکشن ہاؤس لاہور، 2013ء، ص 221۔

⁴² اسلامی معاشرت میں عرف اور قانون، ص 92۔

⁴³ پاکستان کا سیاسی نظام، ص 218۔

9. ریاستی عدالتی نظام اور روایتی جرگہ کے درمیان ایک تفاعلی تعلق موجود ہے، جسے آئینی اور شرعی حدود میں منظم کر کے ایک متوازن نظام تشکیل دیا جاسکتا ہے۔
10. پائیدار امن اور سماجی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ قبائلی روایات کی مثبت جہات کو برقرار رکھتے ہوئے انہیں شریعت اور ریاستی قانون کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے، تاکہ عدل، مفاہمت اور اجتماعی ہم آہنگی کو فروغ مل سکے۔

سفارشات

1. پختون علاقوں میں جرگہ نظام کو باقاعدہ قانونی و شرعی نگرانی کے تحت منظم کیا جائے، تاکہ اس کے فیصلے آئین اور شریعت کے مطابق ہوں اور کسی فریق کے ساتھ ظلم نہ ہو۔
2. ریاستی عدالتی نظام کو مؤثر، تیز رفتار اور عوامی رسائی کے قابل بنایا جائے، تاکہ لوگ غیر رسمی یا انتقامی راستوں کے بجائے قانونی حل کو ترجیح دیں۔
3. زمین، وراثت اور خاندانی تنازعات کے حوالے سے عوامی سطح پر فقہی و قانونی آگاہی مہمات چلائی جائیں، خصوصاً خواتین کے شرعی حقوق کے تحفظ پر توجہ دی جائے۔
4. علماء کرام، مشران قبائل اور مقامی قیادت کے مابین باقاعدہ مشاورتی فورمز قائم کیے جائیں، تاکہ تنازعات کے حل میں دینی اصول اور سماجی حکمت دونوں کو بروئے کار لایا جاسکے۔
5. نوجوان نسل میں تعلیم، مکالمہ اور برداشت کے کلچر کو فروغ دیا جائے، تاکہ عصبیت اور انتقامی سوچ کی جگہ قانون پسندی، مفاہمت اور عدل کے رجحانات مضبوط ہوں۔

خلاصہ

پختون معاشرہ ایک قدیم قبائلی ڈھانچے پر قائم ہے جہاں تنازعات کی بنیاد اکثر زمین، غیرت، نسب اور اجتماعی شناخت جیسے عناصر پر ہوتی ہے۔ وقت کے ساتھ ان تنازعات نے مختلف شکلیں اختیار کیں اور ان کے حل کے لیے جرگہ، قبائلی روایات اور غیر رسمی نظام عدل وجود میں آیا، جو سماجی امن برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا رہا۔

اسلامی تناظر میں دیکھا جائے تو شریعت نے تنازعات کے حل کے لیے ایک جامع، منضبط اور عدل پر مبنی نظام فراہم کیا ہے، جس میں قصاص، صلح، عدل اور وراثت کے واضح اصول موجود ہیں۔ یہ اصول فردی اور اجتماعی سطح پر انصاف کو یقینی بناتے ہیں اور ہر قسم کے ظلم اور انتقام کو قانون کے دائرے میں محدود کرتے ہیں۔

جدید دور میں پختون علاقوں کے تنازعات پر سیاسی اثرات، معاشی ناہمواری، ریاستی اداروں کی کمزوری اور انتظامی خلانے مزید پیچیدگی پیدا کی ہے۔ اس کے نتیجے میں ریاستی عدالتی نظام اور روایتی جرگہ کے سسٹم ایک ساتھ کام کرتے نظر آتے ہیں، جہاں کبھی تعاون اور کبھی تصادم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

اس پورے فکری و عملی تناظر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پائیدار امن اور منصفانہ معاشرتی نظام کے لیے ضروری ہے کہ روایتی نظام کی مثبت سماجی صلاحیتوں کو برقرار رکھتے ہوئے انہیں شریعت اور ریاستی قانون کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے، تاکہ انصاف، امن اور سماجی ہم آہنگی کا ایک متوازن اور دیرپا نظام قائم ہو سکے۔

مصادر مراجع

1. القرآن
2. امام بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، دار طوق النجاة، 1422ھ
3. امام نووی، یحییٰ بن شرف النووی، شرح صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1392ھ
4. ترمذی، محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن الترمذی، دار الغرب الاسلامی، 1998ء
5. ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، 2000ء
6. شیخ سفر بن عبدالرحمن الحوالی، دروس شیخ سفر الحوالی، دار الاندلس للنشر والتوزیع، 1990ء
7. مفتی محمد تقی عثمانی، اصول الافتاء وآداب، مکتبہ معارف القرآن، 2005ء
8. اولف کارو، پٹھان، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی، 1984ء
9. ڈاکٹر اکرام اللہ، پختون معاشرتی اقدار، پشاور یونیورسٹی پریس، 2015ء
10. ڈاکٹر ایاز، قبائلی نظام اور جدید ریاست، یونیورسٹی پبلشرز پشاور، 2015ء
11. ڈاکٹر حسن عسکری رضوی، پاکستان کا سیاسی نظام، سانجھ پبلی کیشنز لاہور، 2012ء
12. ڈاکٹر خلیل احمد، اسلامی قانون اور معاشرتی انصاف، اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، 2011ء
13. ڈاکٹر رسول بخش رئیس، ریاست اور معاشرہ، فکشن ہاؤس لاہور، 2013ء
14. ڈاکٹر رسول رضا، پختون روایات اور جرگہ نظام، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور، 2001ء
15. ڈاکٹر صفدر محمود، پاکستان کی سیاسی و تاریخی تازہ، جمہوری پبلیکیشنز لاہور، 2010ء
16. ڈاکٹر منس الرحمن، قبائلی نظام اور جرگہ، ادارہ تحقیقات سرحد، 2010ء
17. ڈاکٹر عرفان شہزاد، اسلامی معاشرت میں عرف اور قانون، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، 2018ء
18. ڈاکٹر عائشہ صدیقہ، پاکستان کی ریاست اور طاقت کا ڈھانچہ، فکشن ہاؤس لاہور، 2007ء
19. ڈاکٹر محمد ایاز، قبائلی نظام اور جدید ریاست، یونیورسٹی پبلشرز پشاور، 2015ء
20. ڈاکٹر محمد وسیم، پاکستان میں ریاست اور سماج، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی، 2010ء
21. ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، 1982ء
22. ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات فقہ و شریعت، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، 2004ء
23. ڈاکٹر مبارک علی، تاریخ اور تہذیب، سنگ میل پبلی کیشنز، 2012ء
24. ڈاکٹر سہیل ہاشمی، قانون، معاشرہ اور روایت، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، 2016ء
25. سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست، اسلامی مطبوعات لاہور، 1976ء
26. سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1991ء
27. سید بہادر شاہ ظفر کا کاخیل، پختونوں کی تاریخ، یونیورسٹی بک ایجنسی، 2009ء